ریاست مدینہ کی ترقی اور دفاع میں نوجوان صحابہ کا کردار

Role of young companions (R.A) in the development and defense of Madīnah

ڈاکٹر سید محمد شاہد ترمذی*

ABSTRACT

Youth is the real asset of any nation as it plays an important and significant role in the development of society. Youngsters are the future of any nation as they take the charge of the promotion and progress of the society. If youth of a nation stands corrupted the entire nation slides into regression and decadence. But if the youth of a society treads the right path the entire nation succeeds both here and hereafter. Adolescence is a time when a person undergoes changes both physically intellectually. This study was basically designed to explore the role of young companions of Holy Prophet (ﷺ) in the defense and development of Islamic state Madīnah. The approach applied for the collection and analysis of data was qualitative and descriptive. The review of literature uncovered that the young companions of Prophet Muhammad (ﷺ) played a cardinal role in the progress, advancement, defense, and development of the society. The Holy Prophet (ﷺ) paid special attention towards the training and education of young companion which enhanced their capacity and level of motivation and led them to work with enthusiasm. The kind behavior of our Prophet Muhammad (ﷺ) enabled them to transform their selves, their families, Meccah, Madīnah and the surroundings of the these sacred cities. Within the shortest possible period they spread the peaceful message of Islam and brought a positive change in the society and particularly established the peace in Madīnah . They built a strong defense of Madīnah from internal and external challenges and laid strong foundations for social, moral, economic and political development of the Islamic state Madīnah . It is, therefore, recommended to encourage the youth of Pakistan to make them realize their duties towards Pakistan and Islam so that they can play a significant role in the development and progress of Islam and Pakistan.

Keywords: *Young companions, Madīnah, society, development, defense*

---

* لیکچرار، شعبہ علوم اسلامیہ، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

کسی بھی معاشرے ، جماعت یا قوم کے لئے نوجوان ریڑھ کی ہڈی کا درجہ رکھتے ہیں، معاشرے کا انقلاب انہی کے دم سے وابستہ ہے ۔ اگر کسی قوم کے نوجوان بگاڑ اور فساد کا شکار ہوجائیں تو پوری قوم تنزلی اور پستی کا شکار ہوجاتی ہے ، لیکن اگر نوجوان صحیح سمت اختیار کریں تو پوری قوم ترقی کی منازل طے کرتی ہوئی دنیاو آخرت میں اپنانام روشن کرتی ہے ۔نوجوانی کی عمر ایک ایسی عمر ہے جس میں انسان پر جسمانی، فکری اور عقلی حیثیت سے بڑی تیزی سے تبدیلیاں رونما ہورہی ہوتی ہیں۔اِنسانی جسم نشوونما اور اِرتقا کی طرف گامزن ہوتا ہے۔ ہر لمحہ نئے تجربات اور تازہ احساسات عقل و فکر کے دریچے کھولتے جاتے ہیں۔ پھر اس کے ساتھ ساتھ شعور واِدراک کی نت نئی منازل بھی طے ہونا شروع ہوجاتی ہیں جس کی بنا پر انسان سوچ و فکر کی نئی راہیں متعین کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ نوجوان ہی وہ اَساس ہیں جن پر اُمّت کے مستقبل کی بنیاد ہے۔ اسی وجہ سے نصوصِ شرعیہ میں اُن کے ساتھ اچھا سلوک اور اس چیز کی طرف رہنمائی کرنے پر اُبھارا گیا ہے جس میں اِصلاح اور خیر ہو۔

رسول اللہ ﷺ کے ابتدائی ساتھیوں کی فہرست پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی دس ، سولہ اور بیس سال کا تھا، زیادہ سے زیادہ تیس یا پینتیس سال کی عمر کے تھے جو اسلام پر ثابت قدم رہے اور رسول اللہ ﷺ کا ساتھ دیکر ایک ایسا عظیم انقلاب لائے جو صدیوں تک قائم رہا، جس کے اثرات آج بھی ہیں۔ انہیں نوجوانوں نے عرب معاشرے کی حالت کو بدل دیا، وہ معاشرہ جو جہالت کی گہرائیوں میں پڑا ہوا تھا اسے علم کی ترویج، اعلیٰ قیادت اور دفاع سے ایک مضبوط اور ترقی یافتہ ریاست میں بدل دیا۔ اس مقالہ میں نوجوان صحابہ کا کردار ریاست مدینہ کی ترقی اور دفاع کے حوالے سے چار مباحث میں تقسیم کیا گیا ہے۔

نوجوان کی تعریف کے حوالے سے مختلف تعریفات کی گئی ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے:

"فهناك من ينظر إلى الشباب على أنه ظاهرة اجتماعية والبعض يعتبره فترة زمنية، ومنهم من يعتقد أنه مجموعة من الظواهر النفسية والجسمية والعقلية والاجتماعية وقد اختلف الكثير من المختصين في حقل الشباب في إيجاد تعريف شامل لمفهوم الشباب على الرغم من اتفاقهم على أن مرحلة الشباب تشكل انعطافًا حاسمًا على طريق تكوين الشخصية الإنسانية للفرد، وأنها المرحلة التي يكون فيها الإنسان قادرًا ومستعدًا على تقبل القيم والمعتقدات والأفكار والممارسات الجديدة التي من خلالها يستطيع العيش في المجتمع والتفاعل مع الأفراد والجماعات"۔(1)

"کچھ اہل علم نوجوان کو ایک سماجی مظہر اور کچھ عمر کے ایک خاص حصے سے اس کو منسلک کرتے ہیں، جبکہ ان میں سے کچھ نفسیاتی، جسمانی، ذہنی اور سماجی مظاہر کی تکمیل کو نوجوانی کہتے ہیں۔

(1) عزت حجازی، الشباب العربي والمشكلات التي يواجهها، المجلس الوطني للثقافة والفنون، الكويت، ۱۹۷۸م، ص: ۳۳

اس کے برعکس بہت سے دانشوروں کی رائے میں نوجوان ایک سراپا شخصیت جو مرحلہ وار ان صلاحیتوں کو پروان چڑھانے میں مددگار ہوتا ہے۔ جو مختلف اخلاقی اقدار ومعتقدات کو اپناتا اور ترقی دیتا نظر آتا ہے،اور ان کے حصول کے لیے تمام صلاحیتوں کو بروئے کار لاتا ہے تاکہ معاشرے کے سرگرم رکن کی حیثیت اختیار کرلے"۔

لغت کے اعتبار سے نوجوان

ابن منظور نوجوان کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"الشباب: الفتاء والحداثة والشباب جمع شاب وكذلك الشبان وشب الغلام يشب شبابًا وشبوبا"[1]

"بچپن کا ختم ہو جانا،جوانمری کا نمودار ہونا،اور جوان کی جمع جوانوں،بچے کا جوان ہونا اور بلوغت کی عمر کو پہنچنا ہے"

وحید الزمان کیرانوی فرماتے ہیں:

"شب" سے ہے جس کا مطلب لڑکے کا جوان ہونا،آگ کا روشن ہونا،جوانی سن بلوغت سے 30 سال تک ہے" [2]

نوجوان کے اصطلاحی معنی

احسان محمد الحسن [3] کہتے ہیں:

"أن مفهوم الشباب يتناول أساسًا من تتراوح أعمارهم بين ١٥- ٢٥ سنة انسجامًا مع المفهوم الدولي المتفق عليه في هذا الشأن"[4]

"بین الاقوامی تصور کے مطابق اس بات پر اتفاق ہے کہ نوجوانی کی عمر 15-25 سال کے درمیان مانی جاتی لیکن اس بات کا خیال رہے کہ ملک اور علاقے کے اعتبار کا تصور کیا جاتا ہے"۔

"اسی تناظر میں بعض ماہرین نفسیات نے عمر کی اس تعین کی تائید کی ہے،حالانکہ یہ تعین واقعاتی اور عملی طور پر ہے کیونکہ بعض اوقات نوجوان عمر کے لحاظ سے نوجوان

---

(1) ابن منظور،جمال الدین محمد،لسان العرب،دار صادر،بیروت،د.ت،ص: ۴۸۰

(2) وحید الدین قاسمی،القاموس الوحید،مراجعۃ وتقدیم عمید الزمان قاسمی،ادارہ اسلامیات،لاہور،2001م،ص:836

(3) احسان محمد الحسن عراق کے شہر بغداد میں پیدا ہوئے،اعلی تعلیم کے حصول کے لیے برطانیہ گئے اور وہاں سے سوشل سائنسز میں ایم اے کی ڈگری حاصل کی اور برطانیہ سے پی ایچ ڈی کی ڈگری ۱۹۸۸ میں حاصل کی۔ آپ ۷۰ سے زائد کتابوں کے مؤلف ہیں-مزید تفصیل دیکھیے:علم اجتماع العائلة،دار وائل للطباعة والنشر والتوزیع،ص:11

(4) احسان محمد الحسن،تاثیر الغزو الثقافی علی سلوک الشباب العربی،دار إحياء التراث العربی،بیروت طبع اول:1993م،ص:۱۲

لیکن اپنی صلاحیتوں، جذبات اور قوت کے اعتبار سے نوجوان تصور نہیں کیا جاتا اور کبھی اس کے برعکس بھی ہوتا ہے۔ جیسے کتنے ہی بزرگ ایسے ہیں جنہوں نے اپنی زندگی بغیر فکر اور عملی نتیجے کے گزار دی"۔ (1)

اور دوسرے اعتبار سے ہر معاشرہ اپنا اثر رکھتا ہے اور معاشرے ایک جیسے نہیں ہوتے اسی لیے یہ کہا جا سکتا ہے کہ نوجوانی کی عمر کا تعین مختلف معاشروں میں حالات وواقعات کی وجہ سے مختلف ہوتا ہے جس کا صرف اسی معاشرے پر اطلاق ہوتا ہے۔ (2)

نبی کریم ﷺ کی زندگی کے مکی اور مدنی پہلوؤں کو سامنے رکھیں تو یہ بات بآسانی کہہ سکتے ہیں کہ مدینہ میں اسلام کے پھیلنے کی وجہ اوس و خزرج کے درمیان بغض وعناد اور جنگوں کا سلسلہ زمانہ قدیم ہی سے جاری تھا اور بعاث جیسی خونریز جنگیں بھی ہو چکی تھیں، جن میں ان کے بڑے بڑے سردار مارے جا چکے تھے جو مکہ وطائف کے سرداروں کی طرح دعوت اسلامی کے راستے میں رکاوٹ بن سکتے تھے۔ لیکن اب صرف نوجوان قیادت باقی تھی جو قبول حق کے لیے تیار تھی۔ کوئی ایسا لیڈر نہ ہونے کی وجہ سے وہ کسی ایسے رہنما کی تلاش میں تھے جو ان میں اتحاد پیدا کر سکے اور اس کے زیر سایہ وہ اپنے اختلافات ختم کر سکیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

"بعاث کا معرکہ اللہ تعالی کی طرف سے اپنے پیغمبر کے لیے پیش بندی کے طور پر پیش آیا تھا۔ آپ ﷺ مدینہ طیبہ آئے تو ان لوگوں کا شیرازہ بکھرا ہوا تھا، ان کے سردار مارے جا چکے تھے اور انہیں شدید زخم لگے تھے۔ تب اللہ تعالی نے انہیں اپنے رسول ﷺ کے ہاتھوں مشرف بہ اسلام ہونے کا موقع عطا فرما دیا"(3)

مبحث اول: علم، ریاستی ترقی اور نوجوان صحابہ

علم کسی بھی قوم یا ریاست کی تعمیر وترقی کی بنیاد ہے۔ اس لیے دنیا میں تمام دانشور علم کو انسانی بنیادی حقوق میں شامل کرتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کی زندگی کا مطالعہ کریں تو یہ بات بخوبی سمجھ میں آتی ہے کہ آپ ﷺ نے تعلیم وتعلم کا کتنا زیادہ اہتمام کیا۔ یہاں تک کہ غزوہ بدر میں قید ہونے والے قریش مکہ میں سے جو لوگ پڑھنا لکھنا

---

(1) فیصل محمد خیر الزراد، مشکلات المراہقۃ والشباب في الوطن العربي، دار النفائس، بیروت، لبنان، طبع اول: ۱۴۲۵ھ، ص: ۱۳

(2) الشباب القطری اہتماماتہ وقضایاہ، علی لیلۃ، جامعۃ قطر، الدوحۃ، طبع اول: ۱۴۱۱ھ، ص: ۱۵

(3) بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب مناقب الانصار، حدیث نمبر: 3777، تحقیق: محمد زہیر بن ناصر، دار طوق النجاۃ، طبع اول: 1422ھ، 5/30

جانتے تھے ان کا فدیہ یہ مقرر کیا گیا کہ وہ مدینہ کے 10 لوگوں کو لکھنا پڑھنا سیکھا دیں۔ اسی بات کے پیش نظر صحابہ کرام نے حصول علم کے لیے اپنی زندگیوں کو وقف کیا جو کہ ریاست مدینہ کی ترقی کا سبب بنا۔

اہل صفہ کا کام صرف تحصیل علم تھا۔ وہ مسجد میں عبادت کے لیے اعتکاف کرتے تھے۔ فقر وزہد کے خوگر، خلوت میں نمازیں پڑھتے، قرآن کی تلاوت کرتے، اس کی آیات کا اجتماعی مطالعہ کرتے اور ذکر الٰہی میں مشغول رہتے تھے۔ ان میں بعض صحابہ رضی اللہ عنہم تحصیل علم اور حفظ احادیث میں شہرت رکھتے تھے۔[1]

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کی تربیت سے مستفید ہونے کے بہت سے مواقع میسر آئے۔ آپ کی کنیت ابو عبد الرحمن اور نام عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تھا اور قبیلہ ہذیل سے تعلق کی بنا پر آپ کو ہذلی بھی کہا جاتا ہے۔ آپ کو ابن ام عبد بھی کہا جاتا تھا آپ کو آغاز اسلام میں ہی نبی اکرم ﷺ کے ساتھ وابستگی کی سعادت حاصل ہو گئی چنانچہ خود فرماتے ہیں کہ میں چھٹا مسلمان تھا۔[2]

ان کے اسلام قبول کرنے کا واقعہ بھی بڑا دلچسپ ہے۔ یہ عقبہ بن ابی معیط کی بکریاں چراتے تھے آپ ﷺ کا ان کے پاس سے گذر ہوا تو بکری کا دودھ طلب فرمایا جس کے جواب میں انہوں نے کہا میں آپ کو دودھ نہیں دے سکتا کیوں کہ میں امانت دار ہوں۔ اس پر آپ ﷺ نے ایک ایسی بکری کے تھن پر ہاتھ پھیرا جسے ابھی دودھ آنا شروع نہ ہوا تھا، تو اس کے دودھ اتر آیا اور آپ ﷺ نے دودھ پیا اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کو پلایا۔ اس پر انہوں نے گذارش کی کہ مجھے بھی یہ سکھائیں۔ جس پر آپ ﷺ نے فرمایا تم تو غلیم معلم (نوجوان معلم) ہو۔[3] ان کو دونوں ہجرتوں یعنی ہجرت حبشہ اور ہجرت مدینہ کی سعادت اور تمام غزوات میں بھی شرکت کی سعادت حاصل ہوئی۔[4]

آپ ﷺ نے ان کی علم کی لگن کو بھانپ لیا تھا لہذا ان کو غیر معمولی قرب عطا فرمایا جس کے نتیجے میں ان کو خوب خدمت اور استفادے کا موقع ملا۔ خود فرماتے ہیں:

«وَاللَّهِ لَقَدْ أَخَذْتُ مِنْ فِي رَسُولِ اللَّهِ ρ بِضْعًا وَسَبْعِينَ سُورَةً»[5]

”اللہ کی قسم مجھے براہ راست رسول اللہ ﷺ سے کے منہ مبارک سے ستر سے زائد سورتیں

---

(1) ابو نعیم احمد بن عبد اللہ، حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء، السعادۃ، بجوار محافظۃ مصر، 1394ھ، 1/339 - 341

(2) العسقلانی، احمد بن علی بن حجر، الاصابہ فی تمییز الصحابہ، بیروت، دار الجیل، ۱۴۱۲ھ، ۴/۲۳۳

(3) حنبل، ابو عبد اللہ احمد بن محمد، مسند الامام احمد بن حنبل، مسند عبد اللہ بن مسعود ◆، حدیث نمبر: ۳۵۹۸، تحقیق: شعیب الارناؤوط بیروت: مؤسسہ الرسالۃ طبع اول: 2001م، 6/82

(4) الِاصابہ فی تمییز الصحابہ، 4/199

(5) صحیح بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب القراء من اصحاب النبی ﷺ، حدیث نمبر: 5000، 6/186

سیکھنے کا موقع ملا"۔

ان کے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے استفادے کے اثرات خود آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی زندگی میں ہی ظاہر ہونا شروع ہو گئے تھے چنانچہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ایک موقع پر فرمایا:

«مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَقْرَأَ الْقُرْآنَ غَضًّا كَمَا أُنْزِلَ، فَلْيَقْرَأْهُ عَلَى قِرَاءَةِ ابْنِ أُمِّ عَبْدٍ»[1]

"جو قرآن کو ایسے پڑھنا چاہتا ہے جیسے کہ وہ اترا ہے تو اسے چاہیے کہ ابن ام عبد کی طرح پڑھے"

دربار رسالت سے وابستگی کا عالم یہ تھا کہ کچھ لوگ یہ سمجھتے تھے کہ شاید ان کی رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ساتھ رشتہ داری ہے چنانچہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کہتے ہیں:

«قَدِمْتُ أَنَا وَأَخِي مِنَ اليَمَنِ فَمَكُثْنَا حِينًا مَا نُرَى إِلَّا أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مَسْعُودٍ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ بَيْتِ النَّبِيِّ ﷺ، لِمَا نَرَى مِنْ دُخُولِهِ وَدُخُولِ أُمِّهِ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ»[2]

"میں اور میرا بھائی جب یمن سے آئے تو کچھ عرصے تک ابن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اور ان کی والدہ کے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے گھر میں کثرت سے آنے جانے کی وجہ سے ان کو نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے رشتہ دار ہی سمجھتے رہے"

دربار نبوت سے وابستگی کے نتیجے میں آپ پر علم وحکمت کا ظہور اور اثر اس درجے کا ہوا کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ایک موقع پر فرمایا:

«لَوْ كُنْتُ مُؤَمِّرًا أَحَدًا مِنْ غَيْرِ مَشورَةٍ لَأَمَّرْتُ عَلَيْهِمْ ابْنَ أُمِّ عَبْدٍ»[3]

"اگر میں کسی کو بغیر مشورے کے امیر بناتا تو ابن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کو بناتا"

ان کی علم دوستی کی حرص کا اندازہ ان کی دربار رسالت سے مسلسل وابستگی سے بھی لگایا جا سکتا ہے یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام اور تابعین نے ان کے علم سے بھرپور استفادہ کیا۔ حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے ان کو کوفہ والوں کی درخواست پر بطور معلم اور وزیر کے کوفہ بھیجتے ہوئے کوفہ والوں کو خط لکھا اور فرمایا:

«إِنِّي قَدْ بَعَثْتُ إِلَيْكُمْ عَمَّارَ بْنَ يَاسِرٍ أَمِيرًا، وَعَبْدَ اللَّهِ بْنَ مَسْعُودٍ مُعَلِّمًا وَوَزِيرًا، وَهُمَا مِنَ النُّجَبَاءِ مِنْ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ ﷺ، مِنْ أَهْلِ بَدْرٍ فَاسْمَعُوا، وَقَدْ جَعَلْتُ ابْنَ مَسْعُودٍ عَلَى بَيْتِ مَالِكُمْ فَاسْمَعُوا فَتَعَلَّمُوا مِنْهُمَا، وَاقْتَدُوا بِهِمَا،

---

(1) مسند احمد بن حنبل، مسند عبد اللہ بن مسعود ◆، حدیث نمبر: ۴۲۵۵، 7/287

(2) صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب مناقب عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، حدیث نمبر: 3763، 5/28

(3) ترمذی، محمد بن عیسی، سنن ترمذی، ابواب المناقب، باب مناقب عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، حدیث 3808، تحقیق: احمد محمد شاکر و محمد فواد عبد الباقی، شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفی البابی الحلبی، مصر، طبع دوم: 1395 ھ - 1975 م، 5/673

وَقَدْ آثَرْتُكُمْ بِعَبْدِ اللَّهِ عَلَى نَفْسِي»[1]

"میں عمار کو تمھارے پاس امیر اور عبد اللہ بن مسعود کو معلم اور وزیر بنا کر بھیج رہا ہوں اور یہ دونوں حضرات رسول اللہ ﷺ کے بدر کے منتخب صحابہ میں سے ہیں لہذا ان کی باتوں کو خوب دھیان لگا کر سنو اور میں نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو تمہارے بیت المال کا نگران مقرّر کیا ہے لہذا ان کی اطاعت کرو اور ان دونوں سے سیکھو اور ان دونوں کی پیروی کرو اور میں نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے معاملے میں تمھیں اپنی ذات پر ترجیح دی ہے"

یہ بات واضح کرتی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو علمی وانتظامی لحاظ سے اپنے پائے کا سمجھتے تھے۔اس طرح افراد سازی اور کردار سازی کا مرحلہ اس وقت مکمل ہوتا ہے جب ان افراد کی حوصلہ افزائی کی جائے،ان کے رجحانات کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان کی تربیت بھی کی جائے اور اس تربیت کے مکمل ہونے پر لوگوں کے سامنے ان کی خوبیوں کا تذکرہ بھی کیا جائے تاکہ معاشرہ ان کی خوبیوں اور صلاحیتوں سے مستفید بھی ہو سکے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ

رسول اللہ ﷺ کی محبت اور تربیت سے مستفید ہونے والوں میں سے ایک شخصیت حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی ہے جو آپ ﷺ کے چچا عباس بن عبد المطلب کے بیٹے ہیں اور اس بنا پر آپ ﷺ کے چچازاد بھائی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ ابن عباس کے نام سے زیادہ مشہور ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کی ولادت مکہ مکرمہ میں ہجرت سے تین سال کفار مکہ کے مشہور بائیکاٹ کے دوران شعب ابی طالب میں ہوئی اور آپ کی خوش قسمتی یہ رہی کہ آپ ﷺ نے اپنے لعاب مبارک سے آپ کو گھٹی دی۔[2]

طالب علم کے لئے یہ بات حیرت کا باعث نہیں ہوگی کہ آپ ﷺ نے مختلف مواقع پر ان کے لئے مختلف دعائیں کیں۔ان کی علم دوستی اور رسول اکرم ﷺ کے اقوال وافعال سے آگاہی اور خدمت کے جذبے کو جاننے کے لئے یہ واقعہ ہی کافی ہے جو مسند احمد میں مذکور ہے:

آپ رضی اللہ عنہ ایک رات رسول اکرم ﷺ کے گھر ٹھہرے اور رات کے وقت آپ ﷺ کے لیے نماز تہجد کے وضو کا بندوبست کیا۔ آپ ﷺ جب بیدار ہوئے تو انہیں وضو کرایا جس پر آپ ﷺ کی اہلیہ اور ان کی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے سفارش کی کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کے وضو کا بندوبست کیا ہے۔ آپ ﷺ ان کے لئے دعا فرمائیں :

---

(1) الحاکم، محمد بن عبد اللہ، المستدرک علی الصحیحین، کتاب معرفۃ الصحابۃ، ذکر مناقب عمار بن یاسر ◆، حدیث نمبر:5663، تحقیق: مصطفی عبد القادر عطا، دار الکتب العلمیہ، بیروت، طبع اول: ۱۹۹۰م، ۴۳۸/۳

(2) الاصابہ فی تمیز الصحابہ، ۱۴۱/۴

آپ ﷺ نے دعا فرمائی :

«اللَّهُمَّ فَقِّهْهُ فِي الدِّينِ، وَعَلِّمْهُ التَّأْوِيلَ»[1]

"اے اللہ اسے دین کی سمجھ عطا فرما اور تفسیر سکھا"

ایک اور روایت میں ہے:

«مَسَحَ النَّبِيُّ رَأْسِي وَدَعَا لِي بِالْحِكْمَةِ»[2]

"آپ ﷺ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور میرے لئے حکمت کی دعا فرمائی"

رسول اللہ ﷺ کا ان کے لئے اس طرح مختلف مواقع پر مختلف دعائیں کرنا جہاں ان کے رسول اللہ ﷺ سے تعلق اور محبت کو ظاہر کرتا ہے وہیں ان کے رسول اللہ ﷺ سے سیکھنے اور استفادہ کرنے کے جذبے کو بھی ظاہر کرتا ہے اور سیکھنے کا یہ جذبہ صرف آپ ﷺ کی عمومی زندگی اور دن بھر کے معمولات تک محدود نہ تھا۔ بلکہ آپ ﷺ کی خانگی زندگی اور رات کے معمولات تک سے واقفیت حاصل کرنے کا شوق تھا۔

سیکھنے اور استفادے کا یہی جذبہ تھا جس نے ان کو رسول اللہ ﷺ کی دعاؤں کا مستحق بنا دیا۔ جیسا کہ آپ رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں ایک موقع پر مجھے رسول اللہ ﷺ نے اپنے ساتھ لٹالیا اور یہ دعا فرمائی:

«اللَّهُمَّ عَلِّمْهُ الْحِكْمَةَ وَتَأْوِيلَ الْكِتَابِ»[3]

"اے اللہ اسے حکمت اور کتاب اللہ کی تفسیر سکھا"

اسی طرح ایک دوسری روایت میں ہے:

«ضَمَّنِي رَسُولُ اللَّهِ وَقَالَ اللَّهُمَّ عَلِّمْهُ الْكِتَابَ»[4]

"مجھے رسول اللہ ﷺ نے اپنے ساتھ لٹالیا فرمایا اے اللہ اسے کتاب کا علم عطا فرما"

ابن عباس رضی اللہ عنہ اپنی محنت اور رسول اللہ ﷺ کی ہدایت اور دعاؤں کی برکت سے ایسے بلند مقام تک پہنچے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جیسی صاحب علم شخصیت نے ان کے بارے میں فرمایا:

«نعم ترْجُمَانُ الْقُرْآنِ ابْنُ عَبَّاسٍ»[5]

"ابن عباس قرآن کریم کے کتنے عمدہ ترجمان ہیں"

---

(1) مسند احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن عباس ◆، حدیث نمبر: 2397، 4/225

(2) مسند احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن عباس ◆، حدیث نمبر: 1840، ۳/۳۴۰

(3) ابن ماجہ، محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، باب فی فضائل اصحاب رسول اللہ ﷺ، باب فضل ابن عباس، حدیث نمبر: ١٦٦، تحقیق محمد فؤاد عبد الباقی، دار احیاء الکتب العربیۃ، 1/58

(4) صحیح بخاری، کتاب العلم، باب قول النبی ﷺ (اللهم علمه الکتاب)، حدیث نمبر:۷۵، 1/26

(5) المستدرک علی الصحیحین، کتاب معرفۃ الصحابۃ ⌂، ذکر عبداللہ بن عباس ◆، حدیث ۶۲۹۱، ۳/۶۱۸

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاں غیر معمولی مقام حاصل تھا۔اس کا اندازہ اس حدیث مبارکہ سے ہوتا ہے:

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مجھے (اپنی مجلس میں) مشائخ بدر کے ساتھ بٹھاتے تھے تو ان میں سے بعض نے کہا کہ آپ اس لڑکے کو جو ہماری اولاد کے برابر ہے ہمارے ساتھ کیوں بٹھاتے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ آپ لوگ ابن عباس رضی اللہ عنہ کو کن لوگوں (کس طبقہ) میں سے سمجھتے ہو؟ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ پھر ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں اور ان کے ساتھ مجھے، جہاں تک میں سمجھتا ہوں، صرف اس لئے بلایا کہ انہیں میری طرف سے (علمی کمال) دکھا دیں، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (ان لوگوں سے) کہا کہ ﴿إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ﴾ آخر سورت تک کے بارے تمہاری کیا رائے ہے؟ بعض نے کہا کہ جب اللہ ہماری مدد کرے اور فتح عطا فرمائے تو اس نے ہمیں حمد و استغفار کا حکم دیا ہے، بعض نے کہا ہمیں معلوم نہیں، بعض نے کچھ بھی نہیں کہا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا اے ابن عباس رضی اللہ عنہ کیا تمہارا بھی یہی خیال ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا پھر تم کیا کہتے ہو؟ میں نے کہا جب اللہ کی مدد اور فتح مکہ حاصل ہوئی تو اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو وفات کی خبر دی ہے تو فتح مکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی علامت ہے۔لہذا آپ اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح کیجئے اور استغفار کیجئے۔ اللہ قبول کرنے والا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرا بھی یہی خیال ہے جو تمہارا ہے۔[1]

قرآن کریم کی تفسیر کے حوالے سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی خدمات کا اندازہ صرف اسی بات سے ہوتا ہے کہ قرآن کریم کی شاید ہی کوئی تفسیر ایسی ہو جس میں ان کے تفسیری اقوال سے استفادہ نہ کیا گیا ہو اور ان کا علم صرف قرآن تک محدود نہ تھا۔

یقینا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت اور حکمت اور تاویل کی دعا کے اثر سے ہی اجتہاد کرنے کی یہ صلاحیت تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ کی زندگی سے آج کے نوجوانوں کی تربیت کے لیے ہمیں یہ رہنمائی ملتی ہے کہ نوجوانوں کو بالکل ابتداء میں ہی ان کی ترجیحات کو سامنے رکھتے ہوئے ان کی خصوصی دلچسپی کے میدانوں میں مصروف کر دینا چاہیے تا کہ وہ اپنے مزاج کے مطابق خوب استفادہ حاصل کر سکیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت یافتہ نوجوانوں میں سے ایک شخصیت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی بھی ہے۔ آپ کا نام عبد الرحمان بن صخر تھا اور قبیلہ دوس سے آپ کا تعلق تھا۔ بلی کو پالنے کی وجہ سے آپ کا لقب ابو ہریرہ پڑا اور پھر یہی لقب مشہور ہو گیا۔ آپ نے خیبر کے سال اسلام قبول کیا اور پھر غزوہ خیبر میں بھی شرکت کی اور اسلام

---

(1) صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب تفسیر سورۃ (النصر)، حدیث نمبر:4294، 5/149

قبول کرنے کے بعد انہوں نے اپنے آپ کو رسول ﷺ کے دربار سے وابستہ کر لیا اور ہر طرح کی فکر اور غم سے آزاد ہو کر آپ ﷺ کی احادیث کو یاد کرنا اور محفوظ کرنا اپنی زندگی کا اوڑھنا بچھونا بنالیا۔ [1]

نبی کریم ﷺ کو ان کے اس شوق اور رغبت کا اندازہ تھا اس لئے انہوں نے اس معاملے میں ان پر خصوصی توجہ فرمائی۔ ایک موقع پر آپ ﷺ نے ان کے احادیث کو محفوظ اور یاد کرنے کے شوق اور جذبے کو سراہتے ہوئے فرمایا:

قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَنْ أَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ρ:«لَقَدْ ظَنَنْتُ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ أَنْ لَا يَسْأَلُنِي عَنْ هَذَا الْحَدِيثِ أَحَدٌ أَوَّلُ مِنْكَ لِمَا رَأَيْتُ مِنْ حِرْصِكَ عَلَى الْحَدِيثِ أَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ خَالِصًا مِنْ قَلْبِهِ أَوْ نَفْسِهِ» [2]

"یارسول اللہ ﷺ قیامت کے دن سب لوگوں سے زیادہ حصہ آپ کی شفاعت سے کس کو ملے گا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے یقینی طور پر یہ خیال تھا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تم سے پہلے کوئی یہ بات مجھ سے نہ پوچھے گا، کیونکہ میں نے حدیث پر تمہاری حرص دیکھ لی تھی۔ سب سے زیادہ فیض یاب میری شفاعت سے قیامت کے دن وہ شخص ہو گا جو صدق دل سے یا اپنے خالص جی سے لا إلہ إلا اللہ کہہ دے"

طلب حدیث کے لیے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے سب کچھ قربان کر دیا آپ رضی اللہ عنہ کی حصول علم سے دلچسپی کا اندازہ اس حدیث سے بآسانی کیا جا سکتا ہے :

"قَالَ إِنَّكُمْ تَقُولُونَ إِنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ يُكْثِرُ الْحَدِيثَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ وَتَقُولُونَ مَا بَالُ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ لَا يُحَدِّثُونَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ بِمِثْلِ حَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ وَإِنَّ إِخْوَتِي مِنْ الْمُهَاجِرِينَ كَانَ يَشْغَلُهُمْ صَفْقٌ بِالْأَسْوَاقِ وَكُنْتُ أَلْزَمُ رَسُولَ اللَّهِ عَلَى مِلْءِ بَطْنِي فَأَشْهَدُ إِذَا غَابُوا وَأَحْفَظُ إِذَا نَسُوا وَكَانَ يَشْغَلُ إِخْوَتِي مِنْ الْأَنْصَارِ عَمَلُ أَمْوَالِهِمْ وَكُنْتُ امْرَأً مِسْكِينًا مِنْ مَسَاكِينِ الصُّفَّةِ أَعِي حِينَ يَنْسَوْنَ وَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ فِي حَدِيثٍ يُحَدِّثُهُ إِنَّهُ لَنْ يَبْسُطَ أَحَدٌ ثَوْبَهُ حَتَّى أَقْضِيَ مَقَالَتِي هَذِهِ ثُمَّ يَجْمَعَ إِلَيْهِ ثَوْبَهُ إِلَّا وَعَى مَا أَقُولُ فَبَسَطْتُ نَمِرَةً عَلَيَّ حَتَّى إِذَا قَضَى رَسُولُ اللَّهِ مَقَالَتَهُ جَمَعْتُهَا إِلَى صَدْرِي فَمَا نَسِيتُ مِنْ مَقَالَةِ رَسُولِ اللَّهِ تِلْكَ مِنْ شَيْءٍ" [3]

---

(1) قرطبی، یوسف بن عبد اللہ بن محمد، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، بیروت، دار الجیل، ۱۹۹۲ء، ۲/۱۷۷۱

(2) صحیح بخاری، کتاب العلم، باب الحرص علی الحدیث، حدیث نمبر: ۹۹، 1/31

(3) ایضا، کتاب العلم، باب حفظ العلم، حدیث نمبر: ۱۱۸، 1/35

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم کہتے ہو کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت زیادہ حدیثیں بیان کرتا ہے اور تم کہتے ہو کیا بات ہے کہ مہاجرین وانصار رسول اللہ سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی طرح روایت نہیں کرتے۔ حال یہ ہے کہ ہمارے بھائی مہاجرین بازار میں خرید و فروخت میں مصروف رہتے ہیں اور میرا جب پیٹ بھرا رہتا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہتا، جب وہ لوگ غائب ہوتے تو میں حاضر ہوتا جب وہ لوگ بھول جاتے تو میں یاد رکھتا اور ہمارے انصار بھائیوں کو ان کے مالی کاموں سے فرصت نہ ملتی اور میں صفہ کے فقیروں میں سے ایک فقیر تھا۔ میں یاد رکھتا تھا جب وہ بھول جاتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ جو شخص اپنا کپڑا پھیلائے یہاں تک کہ میں اپنی گفتگو ختم کرلوں پھر وہ اپنے کپڑے کو سمیٹ لے، تو جو بات بھی میں کہوں گا اسے یاد رہے گی۔ میں نے اپنی کملی پھیلا دی جو میں اوڑھے ہوا تھا یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی گفتگو ختم کر چکے ہیں تو میں نے اس کو سمیٹ کر اپنے سینے سے لگالیا اس دن کے بعد سے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی بات نہ بھولا"

بلاشبہ اگر نوجوان خوب محنت کے ساتھ علم کو حاصل کریں تو بہت تھوڑے وقت میں وہ اپنے میدان میں مہارت بلکہ نمایاں مقام حاصل کرسکتے ہیں۔

مبحث دوم: معاشرتی اصلاح اور نوجوان صحابہ

اصلاح ایک ایسا رکن ہے کہ جو ہر انسان کے لیے لازم وملزوم کی حیثیت رکھتا ہے، کیونکہ اس کے بغیر انسانی زندگی قائم نہیں رہ سکتی یہ بنیاد ہے اورانسان کے زمین میں خلیفہ ہونے کی دلیل ہے۔ اسی لیے صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کی زندگیوں سے اس کی جھلک واضح ہوتی ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ، معاذ بن جبل، ابو موسیٰ اشعری، مصعب بن عمیر، اُبی بن کعب، عبد اللہ بن مسعود، زید بن ثابت، عبادہ بن صامت، سعد بن ابی وقاص، جابر بن عبد اللہ، اَبو ہریرہ، عبد اللہ بن عباس، ابو عبیدہ بن الجراح اور انس بن مالک رضی اللہ عنہم وغیرہ کا شمار ان صحابہ میں ہوتا ہے جنھوں نے اسلام کو پھیلانے اور اصلاح معاشرہ کے حوالے سے مدینہ اور اس کے مضافات میں بہترین کردار ادا کیا۔[1]

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا شمار ان صحابہ میں ہوتا ہے جو بیک وقت قرآن، حدیث اور فقہ کے عالم شمار ہوتے تھے۔ اسی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اسلام کی اشاعت اور لوگوں کی تعلیم وتربیت کے لیے مختلف مواقع پر مقرر فرمایا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی یہ ذمہ داریاں عہد نبوی اور عہد خلفائے راشدین میں بہت خوش اسلوبی سے

(1) قاضی اطہر، خیر القرون کی درس گاہیں اور ان کا نظام تعلیم وتربیت، ادارہ اسلامیات، لاہور، 2000ء، ص:4

مکمل کیں۔ آپ ﷺ نے جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کا گورنر منتخب کیا تو یہ نصیحت فرمائی:

«إِنَّكَ سَتَأْتِي قَوْمًا أَهْلَ كِتَابٍ فَإِذَا جِئْتَهُمْ فَادْعُهُمْ إِلَى أَنْ يَشْهَدُوا أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لَكَ بِذَلِكَ فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللَّهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لَكَ بِذَلِكَ فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللَّهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ فَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لَكَ بِذَلِكَ فَإِيَّاكَ وَكَرَائِمَ أَمْوَالِهِمْ وَاتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُومِ فَإِنَّهُ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللَّهِ حِجَابٌ»[1]

"تم ایک ایسی قوم کے پاس جارہے ہو جو اہل کتاب ہیں۔ اس لیے جب تم وہاں پہنچو تو پہلے انہیں دعوت دو کہ وہ اس بات کی گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ وہ اس بات میں جب تمہاری بات مان لیں تو انہیں بتاؤ کہ اللہ تعالی نے ان پر روزانہ دن رات میں پانچ وقت کی نمازیں فرض کی ہیں۔ جب وہ تمہاری یہ بات بھی مان لیں تو انہیں بتاؤ کہ ان کے لیے اللہ تعالی نے زکوۃ دینا ضروری قرار دیا ہے۔ یہ ان کے مالداروں سے لی جائے گی اور ان کے غریبوں پر خرچ کی جائے گی۔ پھر جب وہ اس میں بھی تمہاری بات مان لیں تو ان کے اچھے مال لینے سے بچو اور مظلوم کی آہ سے ڈرو کہ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی۔

"لَمَّا بَعَثَهُ رَسُولُ اللَّهِ وَمُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ قَالَ لَهُمَا يَسِّرَا وَلَا تُعَسِّرَا وَبَشِّرَا وَلَا تُنَفِّرَا وَتَطَاوَعَا"[2]

"رسول اللہ ﷺ نے انہیں (ابوموسی الاشعری رضی اللہ عنہ) اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو (یمن) بھیجا تو ان سے فرمایا کہ (لوگوں کے لیے) آسانیاں پیدا کرنا، تنگی نہ ڈالنا، انہیں خوش خبری سنانا، دین سے نفرت نہ دلانا اور تم دونوں آپس میں اتفاق سے کام کرنا"

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ یمن کے صرف امیر ہی نہ تھے بلکہ محکمہ مذہبی امور کے انچارج بھی تھے اس حیثیت سے وہ اسلام کے مبلغ اور معلم بھی تھے۔ وہ لوگوں کو قرآن مجید پڑھاتے اور اسلام کے احکام کی تلقین بھی کرتے تھے۔[3] فتح مکہ کے بعد نبی کریم ﷺ نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو وہاں دینی تعلیم دینے کے لیے مامور فرمایا۔[4]

رسول اللہ ﷺ نے چار افراد حضرت عبداللہ بن مسعود، سالم مولیٰ ابی حذیفہ، ابی بن کعب اور معاذ بن

(1) صحیح بخاری، کتاب الزکاۃ، باب أخذ الصدقة من الأغنياء وترد في الفقراء حيث كانوا، حدیث نمبر:1496، 2/128
(2) ایضاً، کتاب الادب، باب قول النبی ﷺ: «یسروا ولا تعسروا» حدیث نمبر:6124، 8/30
(3) الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، 3/ 1406
(4) ایضاً، 3/1403

جبل رضی اللہ عنہم سے خاص طور پر قرآن مجید سیکھنے کی تلقین فرمائی۔ چونکہ چاروں افراد قرآن مجید کے حافظ، قاری، عالم اور فقیہ تھے اور ان کو قرآن مجید پر عبور حاصل تھا۔ قرآن مجید کی تعلیم کے حصول کے لیے ایسے افراد کا تقرر کیا جو اس کے لیے انتہائی موزوں تھے۔

«اسْتَقْرِئُوا الْقُرْآنَ مِنْ أَرْبَعَةٍ مِنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ وَسَالِمٍ مَوْلَى أَبِي حُذَيْفَةَ وَأُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ وَمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ»(1)

"چار اشخاص سے قرآن پڑھو، عبد اللہ بن مسعود، ابو حذیفہ کے آزاد کردہ غلام سالم، ابی بن کعب اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم سے۔"

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ:

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کا شمار پہلے ایمان لانے والوں میں ہوتا ہے۔ آپ ایک خوبصورت نوجوان تھے اور اسلام لانے کے بعد آپ نے بہت زیادہ مشکلات برداشت کیں۔

"جب انصار بیعت کے بعد واپس پلٹے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو روانہ فرمایا اور ان کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو قرآن پڑھائیں۔ اسلام کی تعلیم دیں اور دین کی بصیرت اور صحیح سمجھ پیدا کریں"(2)

براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

"أَوَّلُ مَنْ قَدِمَ عَلَيْنَا مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ وَابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ وَكَانَا يُقْرِئَانِ النَّاسَ"(3)

"ہمارے ہاں سب سے پہلے مصعب بن عمیر اور ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہم آئے اور یہ حضرات لوگوں کو قرآن پڑھاتے تھے"

اسی لیے ان کا نام مدینہ میں "المقری" (پڑھانے والا) مشہور ہوا اور وہ ان کی امامت بھی کروایا کرتے تھے۔ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نہ صرف دینی غیرت اور قوت ایمانی میں ممتاز تھے بلکہ ایک منفرد شخصیت کے مالک ہونے کے ساتھ ساتھ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والے قرآن مجید کو یاد کرنے والے بھی تھے۔ اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اشاعت اسلام کے لیے منتخب فرمایا اور پھر چند مہینوں کے اندر مدینہ کے اکثر گھرانوں میں اسلام کا نور پھیل گیا۔ سعد بن معاذ اور اسید بن حضیر رضی اللہ عنہم جیسے سرداران قوم انہیں کی دعوت سے دائرہ اسلام میں داخل ہوئے اور پھر ان کی قوم کے اکثر لوگ مشرف بہ اسلام ہوتے چلے گئے۔(4)

---

(1) صحیح بخاری، کتاب فضائل الصحابة، باب مناقف معاذ بن جبل ◆، حدیث نمبر:3806، 5/36

(2) ابن ہشام، بن عبد الملک، السیرة النبویة، دار المعرفة، بیروت 1997، 1 / 434

(3) صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب مقدم النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ المدینة، حدیث نمبر:3925، 5/66

(4) سلمان العودہ، الغرباء الاولون، دار ابن الجوزی، الدمام السعودیہ، 1412ھ ۔ 1991م، ص:186۔187

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ:

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ ان خوش نصیب لوگوں میں سے تھے جنہوں نے عنفوان شباب میں کلمہ حق کو قبول کیا۔ انصار مدینہ کے وفود تین سال تک مدینہ سے مکہ آئے وہ ان سب میں شامل تھے، پہلا وفد جو دس آدمیوں پر مشتمل تھا وہ اس میں شامل تھے اور ان چھ شخصیات میں سے ہیں جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مختلف لوگوں کو آپس میں ایک گروپ کی شکل میں ترتیب دیتے اور ان میں سے جو قرآن کا علم رکھتا ہوتا اس کو دوسروں کو سکھانے کا ذمہ دار ٹھہراتے۔ اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب صفہ کی تعلیم و تربیت کے لیے مختلف لوگوں کو مقرر فرمایا۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں اصحاب صفہ میں سے ایک شخص نے مجھے اپنی کمان تحفے کے طور پر اس لیے پیش کی تھی کیونکہ میں اسے قرآن اور لکھنا پڑھنا سکھاتا تھا۔[2]

حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ قراءت کا خاص فن رکھتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے عہد نبوی میں ہی پورا قرآن حفظ کر لیا تھا۔ پہلا مدرسہ قراءت جو عہد نبوی میں اصحاب صفہ کے لیے قائم ہوا تھا، یہ انہی کے زیر سایہ تھا۔ اہل صفہ یہیں سے قراءت اور کتابت سیکھ کر نکلے تھے۔[3]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیاں مجسم نمونہ تھیں اور نوجوان صحابہ تو اور زیادہ ہر موقعہ پر اصلاح معاشرہ کی نشوونما میں اپنا کردار ادا کرنے کے لیے ہمیشہ آمادہ رہتے تھے۔

مبحث سوم: نوجوان صحابہ کا قائدانہ کردار

قیادت کسی بھی قوم، قبیلے اور ملک کے لیے اتنی ہی اہم اور ضروری ہے جتنی بنیادی ضروریات زندگی کیونکہ حکمران کسی بھی قوم کے سیاسی، علمی، اخلاقی، روحانی اور عسکری زندگی میں نکھار پیدا کرنے کا سبب ہوتا ہے۔ نوجوان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مسند اقتدار پر جلوہ افروز ہو کر امت مسلمہ اور دنیا کے لیے خدمات اور انسانی معاشرے کو آسودہ حال بنانا یقینا ہر دور کے حکمرانوں کے لیے بہترین نمونہ ہے۔

عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ:

ایک بیس سالہ جوان جو مکہ مکرمہ کے مسلمانوں کا پہلا سربراہ بنا۔ فتح مکہ کے فورا بعد غزوہ حنین پیش

---

(1) ذہبی، محمد بن احمد بن عثمان، سیر اعلام النبلاء، محقق شعیب الارناؤوط، مؤسسۃ الرسالۃ، 1405ھ، 4/40

(2) ابو داود، سلیمان بن الاشعث، سنن ابی داؤد، أبواب الإجارہ، باب فی کسب المعلم، حدیث 3416، تحقیق: محمد محی الدین عبد الحمید، المکتبۃ العصریۃ، صیدا، بیروت، 3/264

(3) ابو الحسن، محمد بن محمد بن عبد الکریم الشیبانی ابن الاثیر، اسد الغابہ، دار الفکر، بیروت، 1409ھ، 3/158

آیا۔ ایّامِ حج نزدیک تھے اور یہ پہلا سال تھا کہ مکّہ مکرمہ پر مسلمانوں کی حکومت قائم ہوئی تھی۔ نبی اکرم ﷺ کو بہت سارے حکومتی امور نمٹانے کے لیے اسلامی دارالحکومت مدینہ منورہ کی طرف پلٹنا پڑا۔ آپ نے اس کٹھن وقت میں مکّہ مکرمہ میں حکومت ۲۰ یا ۲۱ سالہ جوان عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ کو سونپی۔ بعض لوگوں نے ایک جوان کو حاکم مقرر کرنے پر اعتراض بھی کیا۔ لیکن حضور ﷺ نے عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ کی حمایت کی اور مذکورہ نوجوان نبی کریم ﷺ کے وصال تک مکہ مکرمہ کے حاکم رہے۔[1]

بعض لوگوں نے کہا کہ اسلام میں سب سے پہلے جو شخص امیر حج بنایا گیا وہ حضرت عتاب رضی اللہ عنہ ہی تھے، بعد میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو امیر حج مقرر کیا گیا۔ عتاب رضی اللہ عنہ مکہ کے حاکم رہے یہاں تک کہ آپ ﷺ کا وصال ہوا، پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو بدستور حاکم مقرر رکھا یہاں تک کہ آپ رضی اللہ عنہ کی بھی وفات ہوئی۔[2]

حضرت عبد اللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ :

حضرت عبد اللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نابینا ہونے کی وجہ سے جہاد میں شرکت نہیں کر سکتے تھے لیکن جذبہ جہاد کی وجہ سے کئی جنگوں میں شرکت کی۔ وہ لوگوں سے کہا کرتے تھے کہ مجھ کو علم دے کر دونوں صفوں کے درمیان کھڑا کر دو میں نابینا ہوں اس لیے بھاگنے کا کوئی خطرہ نہیں ہے۔[3]

نبی کریم ﷺ جب مدینہ سے باہر کسی جنگی مہم یا اشاعت اسلام کے لیے جاتے تو حضرت عبد اللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو مدینہ کی امامت اور نیابت کا شرف عطا فرماتے۔

غزوہ ابواء[4] بواط[5]، سویق[6]، غطفان، حمراالاسد، ذات الرقاع وغیرہ میں آپ رضی اللہ عنہ کو یہ جلیل القدر

---

(1) ابن حبان، محمد بن حبان، الثقات، السنۃ السابعۃ من الہجرۃ، باب ثم بعث رسول اللہ p، وزارۃ المعارف للحکومۃ العالیۃ الہندیۃ، دائرۃ المعارف العثمانیۃ، حیدر آباد دکن ہند، طبع اول: 1973ء، 2/67

(2) اسد الغابہ، 7/32

(3) ایضا، 4/ 251

(4) ابواء، مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک مقام کا نام ہے، یہ رابغ سے مدینہ جاتے ہوئے 29 میل کے فاصلے پر پڑتا ہے، اس مہم میں 70 مہاجرین کے ہمراہ رسول ﷺ نے شرکت کی لیکن کوئی معاملہ پیش نہ ہوا یہ صفر دو ہجری میں پیش آیا۔ مزید تفصیل دیکھیے ابن خلدون، عبد الرحمن بن ابن خلدون، تاریخ ابن خلدون، مترجم حکیم احمد حسین، نفیس اکیڈمی اردو بازار کراچی، 1/209

(5) بواط پر پیش، کوہستان جہینہ کے سلسلہ کے دو پہاڑوں میں موجود در حقیقت ایک ہی پہاڑ کی دو شاخیں ہیں، یہ مکہ سے شام جاتے ہوئے شاہرہ سے متصل ہے، آپ دو سو صحابہ کے ہمرہ روانہ ہوئے لیکن کوئی معاملہ پیش نہ ہوا، یہ ربیع الاول دو ہجری میں پیش آیا۔ مزید تفصیل دیکھیے: ابن سعد، محمد بن سعد طبقات ابن سعد، مترجم مولانا عبد اللہ العمادی عبد اللہ اکیڈمی لاہور، 2/20

(6) سویق، عربی زبان میں ستو کو کہتے ہیں ابوسفیان نے مضافات مدینہ میں حملہ کیا واپسی پر بھاگتے ہوئے بوجھ ہلکا کرنے کے لئے توشے ستو اور ساز سامان پھینک دیا اسی سے اس کا نام پڑا یہ ذی الحجہ دو ہجری میں پیش آیا۔ مزید تفصیل دیکھیے: سیرۃ ابن ہشام 2/44

منصب عطا کیا گیا۔ غزوہ بدر کے موقع پر بھی آپ رضی اللہ عنہ کچھ دنوں کے لیے اس منصب کے حامل رہے لیکن بعد میں یہ شرف حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو سپرد کیا گیا۔[1]

عبداللہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کا شمار السابقون الاولون صحابہ میں ہوتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ دائرہ اسلام میں داخل ہوتے ہی قرآن مجید حفظ کرنے اور سیکھنے میں مشغول ہو گئے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی عزت و تکریم میں سورہ عبس کی 16 ابتدائی آیات کا نزول ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہ کو مؤذن مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کا بھی شرف حاصل ہے۔ اس کے علاوہ آپ رضی اللہ عنہ کو غزوات کے موقع پر 13 مرتبہ جانشین (امام) ہونے کا اعزاز حاصل ہوا۔[2]

آپ رضی اللہ عنہ کی زندگی اس بات کی بین دلیل ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے نہ صرف قرآن کی تعلیم حاصل کی اور لوگوں کو تعلیم دی بلکہ نابینا ہونے کے باوجود امور سلطنت چلانے اور انتظام وانصرام رکھنے کی پوری قدرت رکھتے تھے۔ اسی لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مدینہ کا 13 مرتبہ قائد مقرر کیا۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ :

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوموسی الاشعری رضی اللہ عنہ اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کے دو صوبوں کا الگ الگ گورنر نامزد کیا۔ یمن ان دو صوبوں پر مشتمل تھا۔[3]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے 10 ہجری میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو یمن کے علاقے 'عدن' اور 'زبید' میں بطور حاکم بنا کر بھیجا۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ قائدانہ صلاحیتوں کے مالک تھے۔ آپ قرآن مجید میں گہرا شغف اور مہارت رکھتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی خوبصورت آواز کی بزبان رسالت صلی اللہ علیہ وسلم یوں تعریف کی گئی:

«يَا أَبَا مُوسَى لَقَدْ أُعْطِيتَ مِزْمَارًا مِنْ مَزَامِيرِ آلِ دَاوُدَ»[4]

"ابوموسیٰ کو آل داود کے مزامیر میں سے مزمار (حسن آواز) عطا کیا گیا ہے"۔

اسود عنسی نے جب جھوٹی نبوت کا دعوی کیا تو یمن میں بہت زیادہ فتنہ وفساد پھیل گیا جس کی وجہ سے حضرت ابوموسی رضی اللہ عنہ الاشعری کو یمن کے مرکز "مارب" آنا پڑا۔ لیکن بعد میں اس فتنے پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مدد سے قابو پالیا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ حضرموت سے دوبارہ واپس تشریف لائے اور خلیفہ دوم کی ابتداء تک نہایت تدبر اور جانفشانی کے ساتھ گورنری کے فرائض انجام دیتے رہے۔[5]

---

(1) اسد الغابہ،4/ 251

(2) مزی، یوسف بن عبدالرحمن، تهذیب الکمال فی أسماء الرجال، مؤسسۃ الرسالۃ ، بیروت،1400ھ،22/26

(3) صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب بعث أبی موسی، ومعاذ إلی الیمن قبل حجۃ الوداع، حدیث نمبر:4341،5/161

(4) سنن ترمذی، ابواب المناقب، باب مناقب ابی موسی اشعری، حدیث،3855،5/693

(5) سیر اعلام النبلاء،4/40

تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ نوجوان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے انتظامی امور سلطنت کو انتہائی بہتر اور خوش اسلوبی سے انجام دیا جو کہ آج تک کے گورنروں کے لیے نہ صرف مشعل راہ ہے بلکہ ان کے لیے آئیڈیل حیثیت کی حامل ہے۔ دور جدید میں بھی مغرب اس بات پر مجبور ہے کہ صحابہ کرام کے بنائے ہوئے انتظامی قواعد وضوابط کو نہ صرف اختیار کرے بلکہ من وعن رائج بھی کرے۔

مبحث چہارم: دفاع میں نوجوان صحابہ کا کردار

نبی کریم ﷺ کے صحابہ صرف عبادت وریاضت میں مشغول نہ رہتے بلکہ بوقت ضرورت میدان جہاد میں بھی اپنے جوہر دکھانے میں پیچھے نہ رہتے۔ اصحاب صفہ میں سے وہ جوان انصار ومہاجرین جنہوں نے میدان جہاد میں اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا، اس کا بین ثبوت ہیں۔

اصحاب صفہ بھی جہاد میں شرکت کرتے تھے۔ صفوان بن بیضاء، خریم بن فاتک اسدی، خبیب بن یساف، سالم بن عمیر رضی اللہ عنہم بدر میں اور غسیل الملائکۃ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ نے غزوہ احد میں، اسی طرح ثقیف بن عمرو خیبر، عبداللہ بن ذوالبجادین تبوک اور سالم مولی ابی حذیفہ رضی اللہ عنہم جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔ یہ لوگ اگر زاہد اور شب زندہ دار تھے تو میدان کارزار کے شہسوار بھی تھے۔[1]

اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی صرف علم اور پڑھنے پڑھانے میں ہی نہ لگے رہے بلکہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ وابستگی کی وجہ سے تمام غزوات میں بھی شریک رہے اور آپ ﷺ کے بعد بھی جہاد میں شریک رہے اور شام کی فتوحات کے دوران بھی اسلامی لشکر کا حصہ رہے۔[2]

حضرت علی رضی اللہ عنہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا شمار اولین قبول اسلام میں ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کا بچپن، لڑکپن اور جوانی کا دور شانہ نبوت کے نورانی ماحول میں گزرا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے تقریبا تمام غزات میں بھرپور حصہ لیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کو غزوہ بدر میں ولید بن عقبہ، خندق میں عمرو بن عبدود، خیبر میں مرحب کو تہہ تیغ کرنے کا اعزاز حاصل ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے میدان جہاد میں بے مثل کارنامے انجام دیے اسی لیے آپ حیدر کرار کے نام سے موسوم کیے گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ کو خیبر حملے کے وقت آپ ﷺ نے یہ بشارت دی:

«لَأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ أَوْ قَالَ لَيَأْخُذَنَّ غَدًا رَجُلٌ يُحِبُّهُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَوْ قَالَ يُحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يَفْتَحُ اللَّهُ عَلَيْهِ» فَإِذَا نَحْنُ بِعَلِيٍّ وَمَا نَرْجُوهُ فَقَالُوا هَذَا عَلِيٌّ فَأَعْطَاهُ

---

(1) اکرم ضیاء العمری، السیرۃ النبویہ الصحیحہ، مکتبۃ العلوم والحکم المدینہ المنورہ، 1412ھ، 1/ 264

(2) الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، ۳/۹۸۷

رَسُولُ اللَّهِ فَفَتَحَ اللَّهُ عَلَيْهِ[1]

”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کل میں ایک ایسے شخص کو علم دوں گا جس سے اللہ اوراس کے رسول کو محبت ہے یا آپ ﷺ نے یہ فرمایا کہ جو اللہ اوراس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اس کے ہاتھ سے فتح عنایت فرمائے گا۔ اتفاق سے حضرت علی رضی اللہ عنہ آگئے حالانکہ ان کے آنے کی امید نہیں تھی۔ لوگوں نے بتایا کہ یہ ہیں علی۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں کو علم دیا اور اللہ نے ان کے ہاتھ پر خیبر فتح کرادیا“

قیس بن عباد بیان کرتے ہیں میں نے ابوذر رضی اللہ عنہ کو اللہ کی قسم کھاتے ہوئے سنا کہ یہ آیت ﴿هَذَانِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوا﴾[2] ان حضرات کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے بدر کے دن مبارزت کی تھی اور وہ حمزہ، علی اور عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہم تھے۔ ان کے مقابلے میں ربیعہ کے بیٹے عتبہ، شیبہ اور ولید بن عتبہ آئے۔[3]

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ:

حضرت زید رضی اللہ عنہ وہ واحد صحابی ہیں جن کا نام اللہ تعالی نے قرآن مجید میں ذکر کیا ہے۔[4] آپ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے منہ بولے بیٹے تھے۔ اعلان نبوت کے بعد غلاموں میں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے آپ رضی اللہ عنہ ہی تھے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر بیان کرتے ہیں:

" أَمَّرَ رَسُولُ اللَّهِ فِي غَزْوَةِ مُؤْتَةَ زَيْدَ بْنَ حَارِثَةَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ: «إِنْ قُتِلَ زَيْدٌ فَجَعْفَرٌ وَإِنْ قُتِلَ جَعْفَرٌ فَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ رَوَاحَةَ». قَالَ عَبْدُ اللَّهِ كُنْتُ فِيهِمْ فِي تِلْكَ الْغَزْوَةِ"[5]

”رسول اللہ ﷺ نے غزوہ موتہ کا امیر زید بن حارثہ کو بنایا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی فرما دیا تھا کہ اگر زید رضی اللہ عنہ شہید ہو جائیں تو جعفر رضی اللہ عنہ امیر ہوں گے اور اگر جعفر رضی اللہ عنہ شہید ہو جائیں تو عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ امیر ہوں گے“

تیر اندازی میں حضرت زید رضی اللہ عنہ کو خاص کمال حاصل تھا اور ان کا شمار ان مشہور صحابہ رضی اللہ عنہم میں ہوتا تھا جو اس فن میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے۔ تقریباً غزوہ بدر سے غزوہ موتہ تک جتنے بھی معرکے ہوئے ان سب میں بہادری اور جرأت کے کارنامے سرانجام دیے لیکن غزوہ مریسع میں شریک نہ ہو سکے کیوں کہ آپ ﷺ نے ان کو مدینہ منورہ میں اپنا جانشین مقرر فرمایا تھا۔ نو دفعہ سپہ سالا بنا کر بھیجے گئے اور ہر مرتبہ کامیاب واپس آئے۔[6]

---

(1) صحیح بخاری، کتاب اصحاب النبی، باب مناقب علی بن ابی طالب القرشی الھاشمی ابی الحسن رضی اللہ عنہ، حدیث نمبر:3702، 5/18

(2) سورۃ الحج 19:22

(3) صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب، حدیث نمبر:3999، 5/81

(4) سورۃ الاحزاب:37-33

(5) صحیح بخاری، باب غزوۃ مؤتۃ من أرض الشام، حدیث نمبر:4261، 5/143

(6) ڈاکٹر فیوض الرحمن، نامور مسلم سپہ سالار، شعبہ دینی تعلیمات جی ایچ کیو، راولپنڈی، 1997ء، ص 32-33

مشہور معرکوں کے علاوہ اکثر چھوٹی چھوٹی مہمات خاص ان کی سپہ سالاری میں سر ہوئیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جس فوج کشی میں زید رضی اللہ عنہ شریک ہوتے تھے، اس میں امارت کا عہدہ ان ہی کو عطا ہوتا تھا۔(1)

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں ایک 19 یا 20 سالہ نوجوان حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو اسلامی لشکر کی سربراہی سونپی۔ گیارہ ہجری ماہ صفر کے آخری دنوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو بلقا اور فلسطین کے علاقوں میں جاکر رومیوں سے جنگ کرنے کا حکم دیا۔ اس جنگ کے لیے تیار ہونے والے لشکر میں مہاجرین اور انصار میں سے کبار صحابہ بھی شامل تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لشکر کا قائد حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا۔(2)

ابن حجرؒ فرماتے ہیں:

> "حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ارشاد فرمایا: " تم اس مقام کی طرف روانہ ہو جاؤ، جہاں تمہارے باپ نے شہادت پائی تھی۔ وہاں خوب جنگ کرو۔ میں تمہیں وہاں جانے والے لشکر کا امیر مقرر کرتا ہوں"(3)

بعض لوگ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی امارت پر معترض ہوئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر خفگی کا اظہار فرمایا۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر بھیجنے کا عزم کیا جس کا امیر حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی امارت پر لوگوں نے اعتراض کیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے اور ارشاد فرمایا: " تم اب اسامہ رضی اللہ عنہ کی امارت کو ہدف اعتراض ٹھہراتے ہو اس سے قبل تم اس کے باپ کی امارت پر بھی معترض ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! زید امارت کے مستحق تھے اور میرے نزدیک سب سے زیادہ لائق محبت تھے۔ ان کے بعد ان کا بیٹا مجھے سب سے زیادہ عزیز ہے"(4)

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ اپنے لشکر کی کمان کرتے ہوئے شام کی سرحد میں داخل ہوئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق قبائل قضاعہ میں اپنے گھوڑ سواروں کو پھیلا دیا۔ پھر آبل پر حملہ کیا، جس میں وہ کامیاب رہے اور مال غنیمت ہاتھ آیا۔(5)

ہرقل کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات اور اس کی سرزمین پر حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے حملے کی اطلاع دونوں باتیں ایک ہی وقت میں پہنچی تھیں۔ یہ سن کر رومیوں نے تعجب و حیرانی سے کہا یہ کیسے لوگ ہیں جن کا سربراہ فوت ہو گیا

---

(1) طبقات ابن سعد، حصہ مغازی، 31/3

(2) السیرۃ النبویہ الصحیحہ، 552/2

(3) العسقلانی، احمد بن علی بن حجر، فتح الباری شرح صحیح بخاری، دار المعرفۃ-بیروت، 1379، 152/8

(4) صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب، حدیث نمبر: 4469، 6/ 16

(5) ابو عمر خلیفہ بن خیاط، تاریخ خلیفہ بن خیاط، دار طیبۃ الریاض، 1405ھ، تحقیق اکرم ضیاء، ص: 101

اور اس کے باوجود یہ ہماری سر زمین پر حملہ آور ہو گئے ہیں۔(1)

اسلام کا سورج طلوع ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ کو جن مشکلات و مصائب کا سامنا کرنا پڑا ان حالات میں نوجوانوں صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین نے ہی آپ ﷺ کا ساتھ دیا۔ بلکہ مصائب، دکھ اور الم کو خندہ پیشانی سے قبول کیا اور صبر و استقامت کی مثالیں قائم کیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اس عظیم الشان کردار ہی کی بدولت رسول اللہ ﷺ نے انہیں معاشرے میں ذمہ داریاں عطا کیں جو آج کے نوجوان کے لیے ایک پیغام ہیں کہ وہ خدمت اسلام کے لیے اپنے مقام و مرتبے کو پہچانیں۔

مجموعی طور پر نوجوان صحابہ ہی اسلام کو پھیلانے، محفوظ کرنے اور دفاع میں پیش پیش رہے ہیں، کتابت وحی کا مرحلہ ہو تو حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، قرآن کریم میں مہارت و دسترس کا خاصہ ہو تو عبداللہ بن مسعود، ابی بن کعب اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم، روایت حدیث کی بات ہو تو حضرت ابو ہریرہ اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم، اشاعت اسلام کا کٹھن مرحلہ ہو تو حضرت مصعب بن عمیر اور عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہم، جہاد فی سبیل اللہ کا اور دفاع مدینہ کی ضرورت میں حضرت اسامہ بن زید، زید بن حارثہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہم، اور اسی طرح حکومت اور انتظامی امور سلطنت کا فریضہ ہو تو حضرت ابو موسی الاشعری، عبداللہ بن ام مکتوم اور دیگر نوجوان صحابہ رضی اللہ عنہم کا کردار ہمارے لیے مشعل راہ ہے جس پر چل کر آج ہم اپنی زندگیوں، معاشروں اور ملکوں میں بہترین تبدیلی لا سکتے ہیں۔

نتائج و سفارشات

1- نوجوانوں کو ذمہ دار بنایا جائے اور ان پر اعتماد کیا جائے۔

2- نوجوانوں کو ان کی اہلیت کے مطابق ذمہ داری دی جانی چاہیئے تاکہ وہ اس کو اچھے انداز سے نبھائیں۔

3- مختلف شعبہ ہائے زندگی سے متعلق مخصوص صحابہ کرام کے حالات زندگی سے نوجوانوں کو متعارف کروایا جائے تاکہ وہ اسی مخصوص شعبہ میں بہتر رہنمائی حاصل کر سکیں۔

4- خدمت اسلام میں نوجوان صحابہ کرام کے کردار کو عام کیا جائے۔

5- معاشرے میں موجود معذور نوجوانوں کو عبداللہ ابن مکتوم اور دیگر صحابہ کی خدمات سے روشناس کروایا جائے تاکہ وہ معاشرے میں انہی کی طرح کردار ادا کر سکیں۔

6- نوجوانوں میں ملت اسلامیہ کے دفاع کے جذبے کو ابھارنے کے لئے صحابہ کرام کا مجاہدانہ پہلو اجاگر کیا جائے۔

7- تعلیم و تعلم میں شوق بڑھانے کے لئے درسی کتب میں عبداللہ بن عباسؓ اور دیگر صحابہ کی سیرت کو شامل کیا جائے۔

---

(1) ذہبی، شمس الدین محمد بن احمد، تاریخ الاسلام (عہد الخلفاء الراشدین)، دار الکتاب العربی بیروت، 1407ھ، ص: 20